محدّثِ قرطبہ بقیؒ بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ

جناب عبد الرشید عراقی

جب ہم نظریات وافکار کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت سی ایسی ہستیوں کے نام ملتے ہیں جنہوں نے انسانی نظریات کے دھاروں کا رُخ موڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جب ہم کسی نظریاتی سلسلے کی کڑیاں ملاتے ہوئے اُوپر کی طرف چلتے ہیں تو ہمیں اس سلسلے میں ایسی بہت سی کڑیاں ملتی ہیں جن کے بغیر یہ سلسلہ مکمل نہیں ہوتا مگر زمانے کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ان کڑیوں کے حصّے میں گمنامی کے سوا کچھ نہیں آیا۔

ہند کے شاہ ولی اللہؒ ہوں یا شام کے ابن تیمیہؒ، نجد کے محمد بن عبدالوہابؒ ہوں یا اندلس کے ابنِ حزمؒ۔ جب ہم ان کی سیرت اور اُن کے افکار ونظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو بسا اوقات ہم ان گمنام کڑیوں کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اُندلس کے محدث وفقیہ امام بقیؒ بن مَخلَد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کے سلسلے کی ایک گمنام کڑی ہیں۔ جس کو حوادثِ زمانہ نے لوگوں کے حافظے سے محو کر دیا ہے۔ جب ہم اندلس کے مشہور ظاہری عالم ومفکر علامہ ابن حزم جن کے افکار کے اچھوتے پن نے اہلِ عصر کو حیران وششدر کر دیا اور جن کی براہین ودلائل نے اپنے مخالفین کو لاجواب، کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں چند ایسے اہل علم کا نام ملتا ہے جن کے عقائد ونظریات سے علامہ ابن حزم بہت متاثر ہوئے۔ ان میں بقیؒ بن مخلدؒ سرفہرست ہیں۔

ہمارے اس گمنام محدث کی جدوجہد سے قرطبہ سینکڑوں سال دار الحدیث بنا رہا مگر آج بہت کم علماء ایسے ہیں جو اس عظیم محدث وفقیہ کے نام سے زیادہ شاید ہی کچھ جانتے ہوں سب بے شمار ماہرینِ قانون وفقہ "مُحلّی" ابن حزم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مگر ان میں بہت کم حضرات ایسے ہوں گے جو یہ جانتے ہوں کہ

وہ کون ہے جس کے افکار نے ابنِ حزم میں حریتِ فکر کی قندیل روشن کی۔

ولادت امام ابو عبدالرحمٰن بَقِیؒ بن مَخْلَدَ بن یزید رمضان سنہ ۲۰۱ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ بَقِی بن مَخْلَدؒ نصرانی الاصل تھے[1]۔ ان کے دادا یا پردادا اندلس میں اسلامی فتوحات کے زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں گے۔ بلادِ مشرق کے برعکس اندلس کے نومسلموں کے متعلق ایک بات جسے مسلم اور غیر مسلم تمام اہل علم نے تسلیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اندلسی نومسلم زبان اور تمدن کے لحاظ سے پوری طرح عربوں کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اندلس کی عیسائی آبادی بھی ہسپانوی زبان بولنے کی بجائے عربی بولتی تھی[2]۔ ہسپانوی عیسائی پادری اس بات کے بڑے شاکی تھے۔ غالباً اس گھٹتے ہوئے تعصب کو ابھارنے کے لیے ہی وہاں کے جنونی مذہبی طبقے نے "شہداء" کی تحریک چلائی جس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔ بہر حال یہ چیز حتمی ہے کہ اندلس کے نومسلموں نے مکمل طور پر ہسپانوی زبان و تمدن کو ترک کر کے عربی کو اختیار کر لیا تھا۔ لہٰذا ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ امام بقی بن مخلد کی تربیت خالص اسلامی عربی ماحول میں ہوئی اور عربی اُن کی مادری زبان تھی۔ لہٰذا عربی علوم سیکھنے میں انہیں کوئی دِقت پیش نہ آئی ہو گی۔ ان کے اندلسی اساتذہ میں سے یحییٰ بن یحییٰ اللّیثیؒ (متوفی سنہ ۲۳۴ھ) اور ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ الاَعشیٰ (متوفی سنہ ۲۲۱ھ) بہت مشہور ہیں۔

بقی بن مخلدؒ کے قرطبی اساتذہ ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن وِسلاس قرطبی اللّیثی نہایت ثقہ مگر قلیل الحدیث بزرگ تھے۔ ان کے پردادا وِسلاس[3] نے یزید بن عامر لَیثی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ اِس لیے وہ وِلاء کے لحاظ سے لَیثی تھے۔ اپنی ابتدائی عمر میں انہوں نے مؤطا امام مالک کی سماعت زیاد بن عبدالرحمٰن المعروف بہ شَبْطُون سے کی۔ ۲۸ سال کی عمر میں حصولِ علم کی خاطر بلادِ مشرق کا سفر کیا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ مؤطا کی سماعت کی۔ امام مالکؒ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے، اور انہیں

---

[1] دائرہ معارف اسلامی۔ اُردو جامعہ پنجاب۔ ملاحظہ ہو "بقی بن مخلد"

[2] عبرت نامہ اندلس پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی اُردو ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی۔ طبع مقبول اکیڈمی لاہور۔

[3] ابن خلِّکان لکھتے ہیں بربری زبان میں وِسلاس کا معنی ہے ان کا سردار (وفیات الاعیان ابن خلِّکانؒ جلد ۵ ص ۱۹۶۔

"اندلس کا عاقل" کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ریاستِ فقہ ان پر ختم ہوگئی۔ اندلس میں امام مالکؒ کا مذہب ان ہی کے ذریعے پھیلا اور بے شمار علماء نے اُن سے فقہ مالک کی تحصیل کی۔ انہیں قضا کا عہدہ پیش کیا گیا مگر انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس سے اُن کا مرتبہ اور بھی بڑھ گیا۔ امیر اندلس اُن کی ہر بات قبول کرتا تھا۔ ان کے مشورے کے بغیر کسی قاضی کا تقرر نہ کرتا تھا۔ اور یحییٰ صرف اپنے شاگردوں ہی کو قضا کے عہدوں پر مقرر کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اندلس میں موطا اور امام مالکؒ کے مذہب کی ترویج ہوئی۔ آج کل موطا امام مالک کا جو نسخہ سب سے زیادہ متداول ہے وہ یحییٰ بن یحییٰ لیثیؒ ہی کا روایت کردہ ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الاعشیٰؒ نے بھی حصولِ علم کی خاطر مشرق کا سفر کیا۔ مگر وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے شرف سے محروم رہے۔ کیونکہ امام مالکؒ اسی سال وفات پاگئے تھے۔ محمد بن عیسیٰؒ نے علمِ حدیث جناب سفیان بن عیینہؒ اور دیگر علمائے حدیث سے حاصل کیا ـــــ محمد بن عیسیٰ کے سنِ وفات پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام بقی بن مَخلد سنِ شعور کو پہنچتے ہی علمِ حدیث کے حصول کی طرف راغب ہو چکے تھے۔ ہمارے پاس اس مضمون کی تیاری کے لیے اس وقت جو ماخذ اور ذرائع میسر ہیں۔ ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انہوں نے اپنے قرطبی اساتذہ میں سے سب سے پہلے کس سے استفادہ کیا۔ البتہ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ محمد بن عیسیٰ الاعشیٰ اور یحییٰ بن یحییٰ اللیثیؒ کی صحبت نے اُن کے دل میں علمِ حدیث کے حصول کے شوق کو فزوں تر کر دیا تھا۔ اس شوق نے اُن کو قرطبہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور انہوں نے حصولِ علم کی خاطر مشرق کے لیے رختِ سفر باندھ لیا۔

بلادِ مشرق کا سفر یاقوت حموی نے علامہ حُمیدی کے حوالے سے لکھا کہ امام بقی بن مخلد نے بلادِ مشرق کے دو سفر کیے ہیں پہلے سفر میں وہ تقریباً بیس سال مشرق میں ٹھہرے اور دوسرے سفر میں تقریباً چودہ سال تک بلادِ مشرق میں گھومتے رہے۔[۲] وہ علم حدیث کے حصول کے لئے ایک شہر سے دوسرے

[۱] زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ۱ ص ۱۱

[۲] معجم الادباء علامہ یاقوت حموی تحقیق مارگولیتھ۔ طبع ثانی مطبع ہندیہ مصر۔ جلد ۲ - ص ۳۶۹

شہر کی طرف سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اس دوران وہ ہر سال حج کیا کرتے اور جمعہ کے سوا ہر روز روزہ رکھا کرتے تھے۔

یہ امر یقینی ہے کہ پہلی مرتبہ ۲۲۸ھ سے پہلے بلادِ مشرق میں وارد ہوئے کیونکہ امام بقی بن مخلدؒ کے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ وہ طالبِ علم کے سلسلے میں حافظ ابو زکریا یحیٰی بن عبدالحمید الحمانی کوفی سے ملے ہیں اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے علامہ ذہبیؒ اور دیگر علمائے رجال نے یحییٰ بن عبدالحمید کا سنِ وفات ۲۲۸ھ لکھا ہے[1]

امام بقی بن مخلدؒ ان چند علماء میں سے ہیں جنہوں نے حصولِ علم کی خاطر بے حد صعوبتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں۔ یہ اپنے طالب علمی کے زمانے میں بہت تہی دست تھے ان کو کئی کئی روز تک کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ بسا اوقات وہ لوگوں کی پھینکی ہوئی بند گوبھی کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے انہوں نے کئی دفعہ اپنا لباس فروخت کرکے حدیث لکھنے کے لیے کاغذ خریدا[2] حصولِ علم کی خاطر ان کی یہ جاں گسل جدوجہد رائیگاں نہ گئی۔ وہ مشرق کے ہر چشمۂ علم پر پاپیادہ گئے اور اپنی پیاس بجھائی انہوں نے دوسو اسی (۲۸۰) سے زیادہ اساتذہ سے علم حاصل کیا جو نہایت ثقہ اور علمائے فحول میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے چند مشرقی اساتذہ کی فہرست پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے علم کے تمام مراکز سے بھرپور استفادہ کیا اور مختلف اہل علم کے نظریات سے مکمل طور پر مستفیض ہوئے۔

حجاز اس زمانہ میں مدینہ منورہ حدیث و فقہ کا سب سے بڑا مدرسہ تھا۔ صحابہ کرام فقہائے سبعہ امام مسلم بن شہاب زہریؒ، ربیعۃ الرائیؒ، اور امام مالکؒ کی آراء و فتاویٰ کا مرکز، مکہ میں عطاء بن ابی رباحؒ، طاؤس بن کیسانؒ، مجاہدؒ، ابن جریجؒ اور سفیان بن عیینہؒ کے فتاویٰ اور آراء پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ امام بقی بن مخلدؒ نے حجاز کا علم جن علماء کے ذریعے حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ۔ للذہبی جلد ۲ ص ۶۳۰

[2] معجم الادباء۔ یاقوت حموی۔ جلد ۲ ص ۳۷۰

۱۔ ابومصعب احمد بن ابی بکر الزہری۔ (المتوفیٰ ۲۹۲ھ)

۲۔ ابواسحاق ابراہیم بن المنذر الحزامی۔ (المتوفیٰ ۲۳۶ھ)

دمشق | دمشق تقریباً ایک صدی تک خلافتِ اسلامیہ کا مرکز رہا ہے امام بقی بن مخلدؒ کے زمانے میں دمشق میں حضراتِ مکحولؒ عمر بن عبدالعزیزؒ، رجاء، حیوہ اور امام شام جناب ابوعمرو عبدالرحمن بن عمرو اوزاعیؒ کے فتاویٰ اور ان کی آراء رائج تھیں۔ امام بقی بن مخلدؒ دمشق پہنچے اور مندرجہ ذیل اساتذہ کے توسط سے شام کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔

۱۔ شیخ الاسلام علامہ ابوالولید ہشام بن عمار دمشقی۔ (المتوفیٰ ۲۴۵ھ)

۲۔ ابوعبدالملک صفوان بن صالح دمشقی۔ (" ۲۳۷ھ)

۳۔ ابوعمرو عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرانی دمشقی (" ۲۴۲ھ)

۴۔ ابومروان ہشام بن خالد الازرق دمشقی (" ۲۴۹ھ)

۵۔ ابوالفضل عباس بن عثمان بجلی دمشقی (" ۲۳۹ھ)

۶۔ محمود بن خالد بن یزید دمشقی (" ۲۴۹ھ)

۷۔ ابوالفضل عباس بن الولید الخلال دمشقی (" ۲۴۰ھ)

۸۔ ابوسعید عبدالرحمن بن ابراہیم بن عمرو دحیم دمشقی (" ۲۴۰ھ)

۹۔ ابوالعباس ولید بن عتبہ الاشجعی دمشقی (" ۲۴۰ھ)

مصر | مصر جس طرح ہر زمانے میں علم کا مرکز رہا ہے امام بقی بن مخلدؒ کے زمانے میں بھی بہت بڑا مرکز تھا۔ امام بکیر بن عبداللہ الاشجؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام مالکؒ کے تلامذہ میں سے ابن وہبؒ عثمان بن کنانہؒ، اشہبؒ اور ابن القاسمؒ اصحابِ امام شافعیؒ میں سے مزنیؒ، بویطیؒ اور ابن عبدالحکمؒ اور خود امام شافعیؒ مصر سے تعلق رکھتے تھے، اصحابِ امام مالکؒ اور اصحاب امام شافعیؒ میں علمی مناقشات بھی رہتے تھے۔ امام بقی بن مخلدؒ حصول علم کی خاطر مصر گئے اور مندرجہ ذیل علماء کے ساتھ تلمذ کا رشتہ استوار کیا۔

۱۔ ابوزکریا یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مصری۔ (المتوفیٰ ۲۳۱ھ)

۲۔ زہیر بن عباد (المتوفیٰ ۲۳۴ھ)

۴۔ ابوالطاہر احمد بن عمرو المعروف بابن السرح الاموی۔ (المتوفیٰ ۲۵۰ھ)

کوفہ تمام اہلِ علم اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں متفق ہیں کہ فقہ اسلامی کے ارتقاء میں علمائے عراق نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ اہلِ عراق کی فقہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پھر علقمہؒ نخعی، قاضی شریحؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، ابراہیم نخعیؒ، عامر شعبیؒ، سعید بن جبیرؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، سلیمان الاعمشؒ، قاضی شریکؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کی آراء پر مشتمل تھی، امام بقی بن مخلدؒ کوفہ پہنچے اور دبستانِ عراق کی آراء کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور بہت سے اہلِ علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ان میں مندرجہ ذیل مشہور ہیں۔

۱۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ۔ (المتوفی ۲۳۵ھ)

۲۔ حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفیؒ (المتوفی ۲۲۸ھ)

۳۔ ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ (المتوفی ۲۳۴ھ)

بصرہ بصرہ کی فقہ امام حسن بصریؒ جنہوں نے پانچسو کے لگ بھگ صحابہؓ سے استفادہ کیا تھا[1] محمد بن سیرینؒ حماد بن زیدؒ اور سعید بن ابی عروبہؒ کی آراء پر مشتمل تھی۔ جناب بقی بن مخلدؒ حصول علم کی خاطر بصرہ بھی پہنچے۔ اور حماد بن زید کے اصحاب کے توسط سے اہلِ بصرہ کی آراء کا مطالعہ کیا اور ان کی احادیث کو جمع کیا ان اساتذہ میں سے ہیں محمد بن عبید بن حساب الغبری البصری (المتوفیٰ ۲۳۸ھ) کا نام ملتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے تلمذ امام بقی بن مخلدؒ نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ طلب علم میں صرف کیا اور بلا امتیاز علم کے ہر گھاٹ پہ پانی پیا۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ ان کو جو خاص تعلق قلبی تھا وہ کسی اور کے ساتھ نہ تھا۔ امام احمد بھی ان کی خوبیوں کے معترف اور ان کے بہت مداح تھے علامہ ابن حزمؒ[2] اور ابن ابی یعلیٰؒ[3] نے ان کے اس خصوصی تعلق کا ذکر کیا ہے۔ اس خصوصی تعلق

---

[1] حافظ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ امام حسن بصریؒ کے فتاویٰ و آراء کو بعض علماء نے سات ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو اعلام الموقعین طبع مصر جلد ۱ صہ ۲۴)

[2] معجم الادباء جلد ۲ صفحہ ۳۲۹

[3] طبقات الحنابلہ ابن ابی یعلیٰ مطبعۃ السنۃ المحمدیہ جلد ۱ صہ ۱۲۰

کی بہت سی وجوہات ہیں۔

سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور بقی بن مخلدؒ میں مکمل فکری یکسانیت اور ہم آہنگی تھی۔ فقہ و اعتقاد میں امام بقی بن مخلدؒ جس راہ پر گامزن تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ اس راہ کے سرخیل تھے امام احمد بن حنبلؒ نے خلقِ قرآن کے مسئلے میں جس طرح پامردی سے ثابت قدمی دکھائی اور اہلِ سنت کے مسلک پر نہایت دلیری سے جمے رہے۔ مسلکِ سلف کی خاطر مصائب برداشت کئے۔ ان محن اور آزمائشوں نے ان کو عوام و خواص کی نظروں میں بہت محبوب بنا دیا تھا۔ فقہاء و محدثین اور دیگر علمائے اہلِ سنت ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں جناب امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق یہاں تک لکھا۔

هذا احمد بن حنبل "امامُ اهل السّنة" الصابرُ فی المحنة الذی قد صار للمسلمین مِعیاراً یفرّقون به بین اهل السنة والبدعة [1]

"یہ ہیں احمد بن حنبل، اہل سنت کے امام، آزمائش و ابتلا میں ثابت قدم رہنے والے جو مسلمانوں کے لئے ایسا معیار بن گئے جس کے ذریعے مسلمان اہلِ سنت اور اہلِ بدعت میں امتیاز کرتے ہیں"

لہٰذا امام احمد بن حنبلؒ سے امام بقی بن مخلدؒ کی محبت و عقیدت بالکل فطری تھی اور ہر مخالفِ بدعت ان سے محبت کرتا تھا۔

طلب علم کی راہ میں جس طرح بقی بن مخلدؒ نے صعوبتیں برداشت کیں۔ امام احمد بن حنبلؒ بھی اس راہ پر چلتے ہوئے ان حالات سے دوچار ہو چکے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی طرح امام بقی بن مخلدؒ پر بھی زہد غالب تھا۔ ان تمام خوبیوں کی بناء پر امام احمدؒ اور دیگر علمائے مشرق کی نظر میں امام بقی بن مخلدؒ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ حنابلہ تو ان کو اپنے اصحاب میں شمار کرتے ہیں [2]۔ فقہائے حدیث کے طریق کے مطابق انہوں نے علم کے ہر چشمے پر پہنچ کر اپنی پیاس

---

[1] ۔ تفسیر سورۃ الاخلاص۔ ابن تیمیہؒ۔ مطبع حسینیہ مصر ۱۳۲۳ھ ص ۹۰

[2] طبقات الحنابلۃ جلد ۱ ص ۱۲۰

بجھائی۔ علم کے ہر دروازے کو کھٹکھٹایا۔ اسلام کے تمام فقہاء کی آراء و اجتہادات کا استقصاء کیا۔ اس سے ان کے علم کو وسعت اور ان کے خیالات کو جامعیت عطا ہوئی۔ اور جب وہ قرطبہ واپس لوٹے تو ان کے پاس حدیث نبوی کے علاوہ تمام فقہائے اسلام کی آراء و اجتہادات کا بہت بڑا ذخیرہ تھا اور اب وہ بقول ابن حزمؒ علم کا سمندر تھے۔ [1]

امام بقی بن مخلدؒ کی شخصیت امام بقی بن مخلدؒ دراز قد اور ستواں ناک رکھتے تھے۔ ان کی داڑھی گھنی تھی۔ ان کی طبیعت میں حد درجہ انکسار اور تواضع تھا۔ وہ عام مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ [2] ہم سابقہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں کہ جناب امام اپنے طالب علمی کے زمانے میں بہت تنگ دست تھے۔ انہوں نے بسا اوقات تن اور جان کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے لوگوں کی پھینکی ہوئی گوبھی کے پتوں پر گزارہ کیا۔ مگر انہوں نے راہِ طلب میں کبھی ہمت نہیں ہاری۔ یہ چیز ان کی مستقل مزاجی بلند ہمتی اور عزم و استقامت پر دلالت کرتی ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے اپنی عمر کا ایک طویل حصّہ طلبِ علم میں صرف کر دیا۔ ان کی ان خوبیوں کی وجہ سے علماء ان سے محبت کرتے تھے۔ امام بقی بن مخلدؒ بہت ہی ایثار پیشہ تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے لباس کے معاملے میں بھی ایثار سے کام لیتے تھے۔ وہ بہت ہی عبادت گزار تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ ہر شب تیرہ رکعتوں میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ انہوں نے ستر جنگوں میں حصّہ لیا۔ اس لحاظ سے ان چند علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے جو صاحبِ قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ سیف بھی تھے۔ وہ مستجاب الدعوات تھے چنانچہ ان کے سوانح نگاروں میں سے علامہ یاقوت حمویؒ، علامہ مقرّی اور علامہ ابن عساکرؒ نے حمیدیؒ کی سند پر ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

> "ایک دفعہ بقی بن مخلدؒ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ فرنگیوں نے اس کے بیٹے کو قیدی بنا لیا ہے۔ اس کے پاس ایک چھوٹے سے گھر کے سوا کوئی جائیداد نہیں وہ اس گھر کو بیچ بھی نہیں سکتی۔ اس نے بقی بن مخلدؒ سے عرض کی کہ وہ کسی کو فدیہ ادا کرنے کی سفارش کر

---

[1] معجم الادباء طبع مکتبہ عیسٰی البابی۔ ترجمہ بقی بن مخلدؒ"

[2] تذکرۃ الحفاظ۔ علامہ ذہبیؒ جلد ۲ صہ ۶۳۰

دیں۔ کیونکہ وہ دن رات بہت بے چین رہتی ہے۔ نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ اسے قرار ملتا ہے جناب بقی بن مخلدؒ نے اس عورت سے کہا کہ وہ چلی جائے۔ وہ انشاء اللہ اس کے معاملے میں غور کریں گے۔ بقی بن مخلدؒ نے گردن جھکائی۔ اور دعا کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔

زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ وہ عورت پھر حاضر ہوئی۔ اب اس کے ساتھ اس کا وہی بیٹا تھا، وہ بقی بن مخلدؒ کو دعائیں دینے لگی اور کہنے لگی کہ اس کا بیٹا صحیح وسلامت واپس آگیا ہے اس کے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا ہے۔ جسے وہ خود ہی بیان کرے گا۔

نوجوان نے ان الفاظ میں اپنا قصہ بیان کیا۔

"میں بعض دوسرے قیدیوں کے ساتھ فرنگیوں کے بادشاہ کی قید میں تھا۔ اس بادشاہ کی طرف سے ایک آدمی مقرر تھا جو ہر روز ہم سے کام لیا کرتا تھا۔ وہ ہمیں بیگار کے لئے صحرا میں لے جاتا پھر ہمیں بیڑیاں پہنا کر واپس لے آتا۔ ایک دفعہ اس محافظ کی زیر نگرانی ہمیں بیگار سے ہانک کر واپس لایا جا رہا تھا کہ میرے پاؤں سے بیڑی کھل کر نیچے زمین پر گر پڑی۔ اس نوجوان نے اس وقوعہ کا وقت اور دن بتایا تو یہ وہی گھڑی تھی جب عورت جناب بقیؒ کے پاس حاضر ہوئی تھی۔ اور امام بقی بن مخلدؒ نے دعا کی تھی۔

اس نوجوان نے پھر کہنا شروع کیا۔ " وہ شخص جو میری نگرانی کرتا تھا۔ میری طرف بڑھا اور کڑک کر بولا: "کیا تو نے بیڑی توڑی ہے"؟ میں نے جواب دیا۔ "نہیں! یہ میرے پاؤں سے خود بخود گر پڑی ہے"۔ وہ تمام لوگ میرے اس معاملے میں حیران ہو گئے۔ انہوں نے پادریوں کو بلایا۔ ان پادریوں نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تمہاری ماں ہے"؟

میں نے ان سے کہا "ہاں" —— انہوں نے کہا۔ "بس ماں کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ اللہ نے تجھے آزاد کیا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے تجھے قید میں رکھنا ممکن نہیں۔ تب انہوں نے مجھے زادِ راہ دیا اور مجھے مسلمانوں کی سرحد تک چھوڑ گئے"۔[1]

---

[1] معجم الادباء۔ جلد ۲ صہ ۱۰۳ نفح الطیب، علامہ المقری۔ طبع عیسیٰ البابی الحلبی جلد ۹ صہ ۲۹

امام بقی بن مخلدؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ یا ۲۹ جمادی الآخر بروز منگل ۲۷۶ھ میں وفات پائی[1]

امام دارقطنیؒ نے سن وفات ۲۷۳ھ بتایا ہے۔ حمیدی کہتے ہیں کہ اول الذکر سنِ وفات صحیح ہے[2]۔ اور بنی عباس کی طرف منسوب قبرستان میں دفن ہوئے[3]

امام بقی بن مخلدؒ کا علمی مقام

امام بقی بن مخلدؒ علمی لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز تھے آج اگرچہ ہم ان کی تصنیفات سے محروم ہیں۔ غالباً امام موصوف کی تمام تصنیفات اندلس کی تباہی کی نذر ہو گئی ہیں۔ لیکن جن علماء نے ان کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے امام بقی بن مخلدؒ کی وسعتِ نظر اور جودتِ فکر کا برملا اعتراف کیا ہے۔ ان کو آئمہ دین میں شمار کیا ہے۔ ان کی تصنیفات اسلام کی بڑی اہم اور بنیادی کتب تسلیم کی جاتی تھیں۔ اس زمانے میں ان کی نظیر نہ ملتی تھی۔ علامہ ابو محمد ابن حزمؒ نے امام بقی بن مخلد کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ کے ہم پلہ قرار دیا ہے[4]۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم جناب بقی بن مخلدؒ کے حالات زندگی، طلب علم کی راہ میں ان کے ذوق و شوق کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں امام ابن حزمؒ کے اس بیان میں ذرا بھر مبالغہ دکھائی نہیں دیتا۔

علامہ احمد المقریؒ نے "نفح الطیب" میں امام بقی بن مخلدؒ کے حالات زندگی کی ابتداء اس شاندار خراجِ عقیدت کے ساتھ کی ہے۔

"... میں سابقیت اور تقدم کے مستحق (بقی بن مخلدؒ) ہیں"[5]

---

[1]۔ معجم الادباء جلد ۲ صہ ۳۶۵ علامہ یاقوت حموی نے معجم المؤلفین میں تاریخ وفات ۲۸ جمادی الآخر اور معجم الادباء میں ۲۹ جمادی تحریر کی ہے۔ "النجوم الزاہرۃ" کے مصنف کے مطابق ۲۸ جمادی الآخر کی رات کو وفات پائی۔ جلد ۳ صہ ۵، تاریخ الادب العربی جلد ۳ صہ ۲۰۱۔ بروکلمان نے ۲۹ جمادی الآخرۃ کو ترجیح دی ہے اور اس طرح عیسوی سن کے مطابق ۳۰۔ اکتوبر ۸۸۹ء لکھی ہے۔

[2]۔ معجم الادباء۔ جلد ۲ صہ ۳۶۸

[3]۔ معجم الادباء۔ جلد ۲ صہ ۳۶۹

[4]۔ " " " نفح الطیب جلد ۹ صہ ۲۹۰

[5]۔ نفح الطیب۔ جلد ۹ صہ ۲۸۵

ابن حزمؒ فرماتے ہیں "بقی بن مخلدؒ علم کا سمندر تھے"[1]

پروفیسر ابوزہرہ مرحوم اپنی کتاب "ابن حزم" میں رقمطراز ہے۔

"ابن وضاحؒ حدیثِ نبوی کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو قرطبہ کا محدث شمار کیا جاتا تھا۔ البتہ ان میں بقی ایسی جامعیت اور وسعت علمی نہیں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بقیؒ پر رشک کیا کرتے تھے۔ ابنِ حزمؒ نے بقیؒ کی طرح ان کی مدح وستائش نہیں کی"[2] حالانکہ علامہ محمد بن وضاحؒ بالواسطہ ابن حزمؒ کے استاد ہیں۔

قاسم بن اصبغؒ جو بلند پایہ محدث وفقیہ تھے وہ بقول ابوزہرہ مرحوم بقی بن مخلدؒ اور محمد بن وضاح کے شاگرد بھی تھے۔ انہوں نے بلادِ مشرق کا علمی سفر بھی کیا اور انہوں نے خود بھی حدیث کا ایک مجموعہ تصنیف کیا تھا۔ امام بقی بن مخلدؒ کے بارے میں فرماتے تھے۔

"میں اندلس سے حصولِ علم کی غرض سے نکلا میں نے بقی بن مخلدؒ سے کچھ بھی روایت نہ کیا تھا۔ میں جب بلادِ عراق میں پہنچا اور میں نے بقی بن مخلدؒ کے فضائل سنے اور مجھے معلوم ہوا کہ لوگ ان کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ تو مجھے ان سے حدیث روایت نہ کرنے پر بڑی ندامت ہوئی۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ واپسی پر مزید ان سے ان کا تمام علم حاصل کروں گا جب ہم واپسی پر طرابلس میں تھے تو ہمیں ان کی وفات کی خبر ملی"[3]

ان کے علمی مرتبہ کا ان کے اساتذہ تک نے اعتراف کیا ہے۔ امام یحییٰ بن بکیرؒ سے جناب بقیؒ کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ یحییٰ بن بکیرؒ بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ یحییٰ بن بکیرؒ امام مالک اور امام لیث بن سعدؒ کے علوم کے جامع تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ سے سترہ بار مؤطا کی سماعت کی ـــــ ان کے متعلق امام بقی بن مخلدؒ خود روایت کرتے ہیں۔

---

[1] معجم الادباء جلد ۲ صـ ۳۶۹

[2] "ابن حزم" پروفیسر ابوزہرہؒ اردو ترجمہ صـ ۳۹۳

[3] معجم الادباء جلد ۲ صـ ۲۰۰۔ شاید کچھ بھی روایت نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ علامہ قاسم بن اصبغؒ مسند بقی کی سماعت سے محروم رہے ورنہ علامہ قاسم کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ انہوں نے بقی بن مخلدؒ سے حدیث سنی ہے۔

"میں جب عراق سے واپس لوٹا تو جناب یحییٰ بن بکیرؒ نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور مجھ سے سات احادیث سنیں[1]

ابو الولید ابن الفرضیؒ ان الفاظ میں بقی بن مخلدؒ کے علم کا اعتراف کرتے ہیں۔

"بقی بن مخلدؒ نے اندلس کو حدیث نبویؐ سے بھر دیا۔"[2]

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں جہاں مختلف امصار کے فقہائے فحول کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے امام بقی بن مخلدؒ کو اندلس کے فقہاء میں شمار کیا ہے[3]

قاسم بن اصبغؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے احمد بن ابی خیثمہؒ کو بقی بن مخلد کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "ہم بقی کو جھاڑو کہا کرتے تھے" (یعنی انہوں نے سارا علم سمیٹ لیا ہے۔) وہ شہر جہاں بقی بن مخلدؒ قیام پذیر ہوں وہاں سے بھی کسی کو ہمارے پاس آنے کی ضرورت ہے"؟ ہم نے عرض کی "کیا آپ ہمیں ابن ابی شیبہؒ کے رجال کی احادیث بھی نہ سنائیں گے"؟ فرمانے لگے۔ "وہ بھی نہیں" یعنی اس کی بھی ضرورت نہیں[4]

امام بقی بن مخلدؒ کے فقہی نظریات

امام بقی بن مخلدؒ کا فقہی مسلک وہی تھا جو فقہائے حدیث کا تھا[5] امام بقی بن مخلدؒ نے جب بلادِ مشرق کے سفر کا ارادہ کیا تو اس وقت اگرچہ انہوں نے صرف امام مالکؒ کی آراء اور ان کی فقہ پہ دسترس حاصل کی تھی مگر ان کے علمی شوق اور ان کے مختلف امصار میں جاکر حدیث کی سماعت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے دائرے میں محصور نہ رکھ سکے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے حد درجہ محبت اور عقیدت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فقہیات میں خالص

---

[1] تذکرۃ الحفاظ۔ علامہ ذہبیؒ جلد ۲ صہ ۶۳

[2] اعلام الموقعین۔ جلد ۱ صہ ۲۷

[3] معجم الادباء۔ یاقوت حموی جلد ۲ صہ ۳۷۰

[4] نفح الطیب میں علامہ مقری لکھتے ہیں "کان اماماً زاھداً صواماً صادقاً کثیر التھجد مجاب قلیل المثل مجتھداً لا یقلد احداً بل یفتی بالاثر۔ (جلد ۹ ص ۲۸۸)

اہلِ حدیث یا اثری نقطۂ نظر کے حامل تھے ۔ اس کے بعد انہوں نے جتنے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اس سے وہ اپنے اس مسلک میں راسخ ہوتے چلے گئے ۔ بالعموم تمام فقہائے اہلِ سنت کا خواہ وہ کسی شہر یا کسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہوں یہی مسلک تھا لیکن ان میں سے فقہائے حدیث بالخصوص اس مسلک پر بڑی سختی سے پابند تھے۔ فقہائے اہلِ سنت مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ امام لیث بن سعدؒ، امام ابن ابی لیلیٰؒ، امام شافعیؒ، امام ابوثورؒ، امام احمد بن حنبل، امام ابوعبیدہؒ قاسم بن سلام اور امام اسحاق بن راہویہ اور اُن کے شاگرد احکامِ شریعت کے استنباط کے لئے سب سے پہلے نصوصِ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے ۔ پھر اجماعِ صحابہ میں اس مسئلہ کے حکم کو تلاش کرتے ۔ اگر یہاں بھی ان کو کوئی حکم نہ ملتا تو صحابہ کرام کے انفرادی اقوال و افعال میں سے کسی کو مشعل راہ بنا لیتے تھے اور اس قول کو اختیار کرتے وقت اس اصول کو مدنظر رکھتے تھے کہ وہ قول قرآن وسنت کی منشاء مقاصدِ دین اور مصلحتِ عامہ کے قریب تر ہو۔ اگر صحابہ کرامؓ کا قول نہ ملتا تو بسا اوقات تابعین میں سے کسی کے قول کو اختیار کر لینے کو ترجیح دیتے تھے ۔ حتی الامکان قیاس سے بچتے تھے اور قیاس کے مقابلے میں ضعیف حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔[1] لیکن ضرورت پڑنے پر ناگزیر صورت نصوص پر قیاس کرتے ہوئے مسئلے کا حکم تلاش کر لیتے تھے ۔ یہ ہے فقہائے اہل سنت کا عمومی تعامل۔ فقہائے حدیث کی وہ تصنیفات جن میں مسند احادیث کے علاوہ صحابہ کرام اور فقہائے تابعین کے فتاویٰ اور اجتہادات بھی ملتے ہیں۔ ہمیں ان میں یہی ترتیب ملے گی ۔ چنانچہ ہمیں مؤطا امام مالکؒ، مصنف عبدالرزاقؒ سنن ترمذیؒ، سنن دارمیؒ ابوعبیدؒ کی کتاب الاموال اور دیگر کتبِ حدیث میں یہی اسلوب ملتا ہے ۔ آج اگرچہ مسند بقی بن مخلدؒ نایاب ہے لیکن علامہ ابن حزمؒ نے مسند بقی کی جو خصوصیات بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند بقی بن مخلدؒ مصنف عبدالرزاقؒ اور مصنف ابن ابی شیبہؒ سے مشابہ تھی ۔ اور یہی ان کی فقہ تھی لہٰذا ہم اس بنیاد پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کا فقہی مسلک وہی تھا جو دیگر اصحابِ تصانیف فقہائے حدیث کا تھا۔

ان کا یہ مسلک نقل کرنے میں ان کے تمام سوانح نگار متفق ہیں کہ وہ اجتہاد کرتے تھے اور کسی کی تقلید

(باقی برصفحہ ۱۴۳)

[1] - اعلام الموقعین، علامہ ابن قیمؒ جلد ۱ ص ۳۱